مدینہ ۷۸۶ ۹۲

منباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء

حیاتُ الانبیاء علیہم السّلام

تصنیف: امام المحدثین

جلال الدّین سیّوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:-
غزالی زماں حضرت
علامہ سیّد احمد سعید کاظمی
رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی:-
غزالی سندھ حضرت
علامہ قاری عبدالرزاق صاحب
مدظلہ العالی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۰۷، اکتوبر ۱۹۹۶ء

طباعت اجازت کے ساتھ

تعداد ۱۰۰۰، ۲ سو

ناشر:-

جماعتِ اہلسنّت پاکستان جامع مسجد مائی خیری فقیر کا پڑ حیدرآباد۔

اعجاز آرٹ لائینٹ حیدرآباد

بین الاقوامی اشاعت سلسلہ نمبر ۱۰۷ ر تاریخ اشاعت اکتوبر سنہ ۱۹۹۶ء

۱۔	شادمان ملز کی لیبر کیجانب سے	کوٹری	۱۴۰
۲۔	حاجی محمد طارق محمود	اسلام آباد	۲۰۰
۳۔	عبدالواحد میمن ریشم بازار	حیدرآباد	۲۰۰
۴۔	شادمان ملز کی لیبر کیجانب سے	کوٹری	۲۱۵
۵۔	وہاب الدین ریشم بازار	حیدرآباد	۱۰۰
۶۔	حسنین جوئیلرز	؍؍	۱۰۰
۷۔	محمد طاہر یعقوب صاحب	اسلام آباد	۱۰۰
۸۔	حاجی اللہ بخش صاحب	حیدرآباد	۵۰
۹۔	حاجی عبداللہ ریشم بازار	؍؍	۵۰
۱۰۔	شیخ عبدالرحیم صاحب	لیاقت پور	۵۰

کل میزان آمد	۱۲۰۵
سابقہ بیلنس	۱۷۴۱
کل میزان	۲۹۴۶
رجسٹرڈ نمبر ۲ سے لئے گئے	۲۰۵۴
سابقہ سمیت کل میزان	۵۰۰۰
اخراجات	۵۰۰۰

تعداد ۲۱۰۰

بیلنس کچھ نہیں

اپیل :-

اشاعت نمبر ۱۰۸ کیلئے مالی تعاون کی اپیل ہے بیرون حضرات پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ پر مفت طلب فرمائیں۔

مفت فقط جاریکردہ

خادم قاری عبدالعزیز نقشبندی عفی عنہ

خطیب نور مسجد ریشم بازار

وصدر جماعت اہلسنت

پاکستان ضلع حیدرآباد۔

شعبۂ نشر و اشاعت: جماعت اہلسنت پاکستان

جامع مسجد مائی خیری فقیر کا پڑ حیدرآباد

اعجاز الکتابت کھوکھر محلہ حیدرآباد۔





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اظہارِ تشکر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس دور سے بے راہ روی میں جب قوم کا ہر فرد کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار تھا تو اس نازک وقت "استاد العلماء غزالی سندھ شیخ الحدیث" حضرت علامہ قبلہ قاری عبد الرزاق صاحب دامت برکاتہم العالی صدر جماعت اہلسنت پاکستان ضلع حیدرآباد نے اور مفتی اعظم سندھ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب مدظلہ العالی نے حکم فرمایا کہ اشاعت دین کیلئے کام کریں اگرچہ فقیر منی عنہ اس قابل نہ تھا مگر ان دونوں حضرات کی محنتوں اور دعاؤں سے کام جنوری ۱۹۸۶ء سے شروع کیا گیا اور اکتوبر ۱۹۹۶ء تک اشاعت نمبر ۱۰۷ حاضر ہے تقریباً دو لاکھ =/۲۰۰۰۰۰ سے زیادہ کتب چھاپ کر اندرون ملک پاکستان اور آزاد کشمیر کے علاوہ بیرون ملک پاکستان سے "سعودی عرب سلطنت عمان، فرانس، ترکی، بھارت بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، جاپان کے علاوہ کئی دیگر ممالک تک کتب مفت روانہ کی گئی تقریباً اٹھارہ ہزار =/۱۸۰۰۰ ہزار خطوط اندرون ملک پاکستان کے مختلف جگہوں پر موجود ہیں اور بیرون ملک کے خطوط ریکارڈ میں موجود ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہٖ

موجودہ وقت جماعت اہلسنت پاکستان میں فعال ہو رہی ہے۔ اور اُمید ہے کہ مرکزی قائدین اپنا فریضہ جانتے ہوئے اس کام کو پہلے سے بہتر طور پر سرانجام دیں گے اور دین کی خدمت میں اپنا حق ادا فرمائیں گے۔

اور اس کام کو جاری وساری رکھیں گے فقیر اس قابل نہیں رہا مگر اپنی استطاعت اور اللہ رب العزت عزوجل اور اس کے پیارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس قوم میں کوئی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پیدا فرمائے جو دین حق جماعت اہلسنت پاکستان کو بہتر فعال بنانے میں بھرپور خدمات سرانجام دے اور قوم کو بیدار فرمائیں اور اللہ ہماری اس سعی سعید کو قبول فرمائے۔ اور دن دگنی رات چوگنی ترقی وعروج عطا فرمائے آمین۔ اور آخر وقت میں ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ (آمین)

یاالٰہی جب تک جسم میں جان رہے
تیرے صدقے تیرے محبوب پر قربان رہے

کچھ رہے یا نہ رہے پر دعا ہے کہ امیں
نزاع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

(آمین)

فقط خاکپائے علما اہلسنت
قاری عبد العزیز نقشبندی عفی عنہٗ
مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء



بین الاقوامی سلسلہ نمبر ۱۰۷

حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

از

عمدۃ المفسرین - امام المحدثین

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ

الحاج سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

جماعت اہلسنت پاکستان

مائی خیری مسجد فقیر کا پڑ حیدرآباد

نام کتاب ــــــــــــــــ حیات الانبیاء علیہم السلام
مصنف ــــــــــــــــ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ
مترجم ــــــــــــــــ علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ
تاریخ اشاعت ــــــــــــــــ اکتوبر ۱۹۹۶ء
تعداد ــــــــــــــــ ۲۱۰۰
کتابت ــــــــــــــــ مقبول الہی
ناشر ــــــــــــــــ جماعت اہلسنت پاکستان
معاون خصوصی ــــــــــــــــ جناب محمد داؤد صاحب سلطانی

بیرون حضرات ۵ روپے ڈاک ٹکٹ پر
طلب فرمائیں۔

کتاب اشاعت اجازت سے شائع ہوئی۔

غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ

از۔ علامہ محمد صدیق صاحب ہزاروی

غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں علاّمہ ابوالنجم سیّد احمد سعید کاظمی ولد سیّد محمد مختار کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بمقام امروہہ مضافات مراد آباد (بھارت) ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں سادات کے ایک عظیم روحانی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ کاظمی کہلاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت:

آپ ابھی اپنی عمر کی ابتدائی منازل طے کر رہے تھے کہ والد ماجد وصال فرما گئے، چنانچہ آپ کی تربیت آپ کے برادرِ معظم حضرت علاّمہ سیّد محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔

حضرت علاّمہ سیّد محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (محدّث امروہی) اس وقت شاہ جہانپور کے مدرسہ بحر العلوم میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ چنانچہ حضرت علاّمہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ہی علومِ دینیہ کا درس لینا شروع کر دیا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

دستار بندی کے موقع پر ایک پُرانوار اجتماع تھا۔ حضرت شاہ حسین اشرفی

کچھوچھوی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور علامہ نثار احمد کانپوری رحمہم اللہ کے علاوہ دیگر کئی علماء ومشائخ اہلسنت موجود تھے۔

حضرت شاہ حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر پر دستار باندھی۔

تدریس کا آغاز:

فراغت کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ حضرت سید دیدار علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳؍رجب ۱۳۵۴ھ / ۲؍اکتوبر ۱۹۳۵ء) علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳؍شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ) علامہ سید احمد رحمہ اللہ اور دیگر علماءِ اہلسنت سے ملاقات کی۔ دریں اثنا ایک دن آپ جامعہ نعمانیہ تشریف لے گئے۔ اس وقت علامہ حافظ محمد جمال مسلم الثبوت پڑھا رہے تھے۔ آپ بھی سماع کی خاطر بیٹھ گئے۔ جب ماہیت مجردہ کی بحث شروع ہوئی، تو آپ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ چنانچہ آپ کی جودتِ طبع اور استحضارِ مسائل کے ملکہ سے متاثر ہو کر علامہ حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ نے دبیرِ انجمن خلیفہ تاج الدین کو مشورہ دیا کہ حضرت علامہ کاظمی مدظلہ، کو جامعہ میں مدرس مقرر کر لیا جائے۔

آپ کا جامعہ میں مسندِ تدریس پر متمکن ہونا تھا کہ علوم اسلامیہ کے شیدائی جوق در جوق آنا شروع ہو گئے، یہاں تک کہ اٹھائیس اسباق کی تدریس آپ سے متعلق ہو گئی۔ سنہ ۱۳۵۰ھ / سنہ ۱۹۳۱ء میں آپ اپنے وطن مالوف امروہہ (ہندوستان) تشریف لے گئے اور چار سال تک مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ حکیم جان عالم کی دعوت پر اوکاڑہ تشریف لائے اور ایک سال مسلسل، تبلیغِ دین فرما کر بدعقیدگی اور تنقیصِ رسالت کی

وجہ سے مکدر ہونے والی فضا کو صاف فرمایا۔

ملتان میں آمد :

حضرت نصیرِ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک درویش صفت بزرگ ہر سال ملتان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس پاک منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ کو دعوتِ تقریر دی۔ وہ آپ کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کو مستقل طور پر ملتان لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ آخر ان کے مسلسل اصرار نے آپ کو مستقل طور پر ملتان آنے کے لئے مجبور کر دیا۔

ملتان میں آپ نے درس و تدریس کا آغاز اپنے رہائشی مکان سے کیا۔ آپ کی شہرت سن کر دُور دُور سے علمی ذوق رکھنے والے لوگ فیضیاب ہوتے رہے۔ اسی دوران آپ نے مسجد حافظ شیر بیرون لوہاری دروازہ ملتان میں قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا اور مختلف دشمن عناصر کی سازشوں کے باوجود اٹھارہ سال میں درسِ قرآن مکمل کیا۔ اس کے علاوہ مسجد چپ شاہ میں درسِ حدیث شروع کیا اور مشکوٰۃ شریف و صحیح بخاری شریف کا درس مکمل کیا۔

مناظرہ :

گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد مولوی عبدالعزیز نے جب اپنے ایک مرید کو حضرت علامہ کے درس میں شریک ہوتے دیکھا تو وہ جل بھن گیا اور آپ سے مناظرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مناظرہ میں حضرت علامہ کے ذریعے اہل سنت و جماعت کو کامیابی نصیب فرمائی اور غیر مقلد نے آپ سے بُری شکست کھائی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور لوگ غلط

عقائد سے تائب ہو کر جوق در جوق مسلکِ اہلِ سنت سے وابستہ اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے۔

قاتلانہ حملہ:

علمی سطح پر وہابیوں کے لیے آپ سے مقابلہ کرنا بڑا مشکل تھا اور اس سے قبل بھی وہ اس شکست کا سامنا کر چکے تھے۔ جبکہ آپ نے ان کے مشہور و معروف مناظر مولوی مرتضیٰ حسین دربھنگی کو ہندوستان میں قیام کے دوران پے در پے شکست سے دوچار کیا۔

چنانچہ وہابیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آپ کو ایک گاؤں (بلھا جھلن) جو اسٹیشن سے کافی دور تھا، میں تقریر کی دعوت دی اور پھر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مخالفین نے آپ پر کلہاڑیوں سے حملہ کر دیا۔ آپ زخمی ہو گئے اور تین دن تک ایک ہندو عورت نے آپ کو اس خیال کے پیشِ نظر اپنے گھر میں رکھا کہ آپ کا تعلق سادات سے ہے۔ پھر آپ کو ملتان لایا گیا اور چھ ماہ تک آپ ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔

بیماری کے دوران آپ نے دینی ادارہ قائم نہ کر سکنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ تو منشی اللہ بخش نے دس ہزار روپے اور ان کی اہلیہ محترمہ نے سونے کے کڑے اور خود حضرت کی زوجہ محترمہ نے اپنا زیور اتار کر دارالعلوم کے قیام کے لیے دے دیا۔ چنانچہ شہر (ملتان) میں ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر انوار العلوم کے نام سے ایک عظیم الشان دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو اہلِ سنت وجماعت کی مرکزی درس گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ آپ مدت تک اسی دارالعلوم میں درسِ حدیث دیتے رہے اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے انقطاع کے بعد وصال تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ہی میں مسندِ درسِ حدیث پر فائز رہے۔

۲۸ر نومبر ۱۹۷۸ء کو تنظیم المدارس اہلسنت و جماعت پاکستان کے سالانہ اجلاس میں آپ کو تنظیم کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔

۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جماعتِ اہل سنّت پاکستان کے اجلاس میں آپ کو جماعت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں کل پاکستان سنّی کانفرنس ۱۶/۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس تاریخی کانفرنس میں لاکھوں کی تعداد میں ملک کے اطراف واکناف سے سوادِ اعظم اہلسنّت شریک ہوئے۔

سابق صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (مرحوم) کے دورِ حکومت میں جب محکمۂ اوقاف نے جامعہ اسلامیہ بہاول پور کا انتظام سنبھالا تو درسِ حدیث کے لئے کسی ماہر شیخ الحدیث کی ضرورت پڑی، چنانچہ آپ کی علمی تحقیق کے پیشِ نظر آپ کو اس عظیم منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس طرح آپ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔ یونیورسٹی سے واپسی پر آپ کو تمغۂ خدمت پیش کیا گیا۔

تحریکِ پاکستان میں علماء اہلسنت نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، چنانچہ دیگر اکابر اہل سنّت کی رفاقت میں آپ قیامِ پاکستان کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہوئے مسلم لیگ کے سٹیج سے پاکستان کے حق میں جلسے کرتے رہے اور ۱۹۴۶ء میں قراردادِ پاکستان کی توثیق کے لئے بنارس کی آل انڈیا سنّی کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کانگریسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ [۱]

قیامِ پاکستان کے بعد آپ کی تحریک پر مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں

[۱] محمد صادق قصوری: اکابر تحریکِ پاکستان، ص ۱۵

۲۶ ۔ ۲۷ ۔ ۲۸ ؍ مارچ ۱۹۴۸ء کو ملک بھر کے علماء و مشائخ کا اجتماع ہوا اور جمعیۃ علماءِ پاکستان کی تشکیل کے بعد حضرت علامہ ابوالحسنات کو صدر اور آپ کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا[1]

آپ نے اپنے برادرِ معظم و استادِ محترم حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی، قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پہ بیعت کا شرف پایا اور خلافت حاصل کی۔

وصال :

۲۵ ؍ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ ؍ جون ۱۹۸۶ء کو علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا یہ عظیم آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ غروب ہو گیا لیکن اس کی علمی تحقیقی کرنیں آج بھی ایک عالم کو منور کر رہی ہیں۔

شاہی عیدگاہ ملتان میں آپ کا مزار پُرانوار مرجعِ خلائق ہے۔ آپ کے مزارِ مقدس پر زائرین جن میں علماء و مشائخ کی اکثریت بھی شامل ہے، کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ ہر سال ۴۔ ۵ ؍ شوال المکرم کو آپ کا عرس مبارک منعقد ہوتا ہے۔

ماخوذ از "تعارف علماء اہل سنت"

---

[1] محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۲۲۳

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: پیارے سنی بھائیو! جوں جوں قیامت قریب آ رہی ہے۔ جہالت کا دور دورہ ہو رہا ہے اور دین سے دوری ہوتی جا رہی ہے۔ نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ مگر بفرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ صرف ایک گروہ کے متعلق فرمایا۔ کہ اس جنتی اور خوش بخت فرقے کی نشانی یہ ہے کہ وہ وہی عقائد رکھتا ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ گروہ قیامت تک چلے گا۔ جب اس گروہ میں سے کوئی بھی فرد باقی نہ رہے گا تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ تو پیارے سنی بھائیو۔ اب میں آپ کے سامنے اس جنتی اور خوش نصیب گروہ کے ایک امام وقت اور مجدد برحق کے حالات زندگی پر مختصر روشنی ڈال رہا ہوں۔ تاکہ قارئین کو ان کی عظمت اور بزرگی کا علم ہو جائے۔ وہ آسانی سے پہچان لیں گے کہ وہ کیا عقائد رکھتا تھا۔ اس امام سے میری مراد حضرت امام الملت والدین حافظ الحدیث حضرت قبلہ مولانا علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اب انکے مختصر سوانح ملاحظہ فرمائیں بندہ وقت کی قلت کے پیش نظر اختصار سے کام لیگا۔

حالات زندگی حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مبارک عبدالرحمٰن ہے لیکن اپنے لقب کے نام یعنی (جلال الدین)

سے دنیائے علم و ادب میں مشہور ہیں۔

حضرت حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ یکم رجب المرجب ۸۴۹ھ میں مصر کے ایک مشہور قصبہ سیوط میں پیدا ہوئے جس کی نسبت آپ سیوطی مشہور ہیں حضرت علامہ مرحوم ابھی بچے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور مشہور حنفی امام ابن الہمام حنفی علیہ الرحمۃ سے علم حاصل کیا۔ شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس فرومانی حنفی کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا۔ بہت سی کتابیں پڑھیں۔ اساتذہ میں شیخ شہاب الدین الشنار ساحی۔ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی۔ علامہ شرف الدین المناوی اور علامہ محی الدین کافیجی کا نام بھی سرفہرست ہے آخر الذکر علامہ کافیجی کی خدمت میں آپ چودہ برس مسلسل حاضر رہے تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۲ھ سے املا حدیث کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ علامہ "حسن المحاضرہ" میں خود فرماتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر و حدیث: فقہ و نحو۔ معانی۔ بیان اور بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے اپنی دعا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

میں نے حج کے موقع پر آب زم زم پیا۔ اور یہ نیّت کی۔ کہ فقہ میں مجھے شیخ سراج الدین بلقینی کا اور حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا رتبہ مل جائے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

نیز حافظ ابن حجر کا اتقان و انضباط علوم بھی جلال الدین سیوطی سے بڑھا ہوا ہے گو جلال الدین سیوطی (مرحوم) عبور و اطلاع میں ان سے فی الجملہ زیادہ ہیں۔ (بستان المحدثین)

اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت علامہ کی تحقیق حافظ ابن حجر قدس سرہٗ سے بڑھی ہوئی تھی۔

نوٹ:۔ حافظ کا یہ عالم تھا کہ دو لاکھ حدیث مقدسہ یاد تھیں فرماتے ہیں۔ کہ اگر مجھے اس سے زیادہ احادیث ملتیں تو ان کو بھی یاد کر لیتا۔

الغرض علامہ مرحوم اس دور میں بھی تمام مکاتیب فکر کے ہاں ایک مقتدر شخصیت ہی نہیں۔ بلکہ اختلافی مسائل میں حکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ذیل میں ہم مخالفین اہلسنّت کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی جن کو دور حاضر کے وہابی مولوی صادق سیالکوٹی صاحب نے سبیل الرسول میں علمائے ربانی تحریر کیا ہے۔ حضرت علامہ قدس سرہٗ کی عظمت کا اظہار اپنے ہی طبقے کے ایک گستاخ مولوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ امام سیوطیؒ کی نسبت لکھیں۔ الامام الجلیل اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم ان کو مجدد المائۃ التاسعہ یعنی نویں صدی کا مجدد کہیں اور سید نواب صاحب مرحوم ان کو مجتہد مانیں۔ اس کے خلاف مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی ان کو خاطر میں نہ لائیں۔ جن کی قرآن خوانی بھی درست نہیں۔ تو ہم ان بزرگوں کی مانیں یا ان کی ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

قارئین اس عبارت میں مولوی صاحب موصوف نے حضرت علامہ مرحوم

کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ہم ان بزرگوں کی بات مانیں۔ یا ان گستاخ وہابی مولویوں کی؟

دیکھیئے اس اقتباس میں ایک اختلافی مسئلہ میں حضرت علامہ مرحوم کو حکم تسلیم کرلیا ہے۔ ثانیاً ان کی غیر مقلدی کا بھی سارا بھرم کھل گیا ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے۔ ترجمان وہابیت۔ ہفت روزہ "الاعتصام" میں حضرت علامہ مرحوم کی عظمت کا یوں اقرار کیا گیا ہے۔

آپ علامہ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد ہیں۔ ان کی شان عظمت نہیں آسمان علم کے مہر و ماہ جیسا عظیم الشان لقب دیا۔ (الاعتصام صفحہ ۶ - ۲۲ رجون ۱۹۵۶ء - بحوالہ ہاتھ پاؤں چومنے کا بیان۔ علامہ ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی)

طبقہ دیوبند کے آیتٌ من آیات اللہ اور خاتم المحققین یعنی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی (حوالہ کے لئے دیکھیئے سیف یمانی) احادیث میں امتیاز کرنے والے محدثین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آٹھویں صدی میں بہت سے لوگ ان صفات کے ساتھ موصوف تھے اور اس کے بعد نویں صدی میں علامہ جلال الدین سیوطی خاتم الحفاظ ہوئے ہیں۔ اور اس کے بعد دسویں صدی میں بھی بعض علماء۔ مثلاً ملا علی قاری۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ محدثین۔ سابقین کے مطابق تھے۔ مگر اس کے بعد دروازہ بالکل بند ہوگیا۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک کوئی ایسا شخص پیدا ہوا جو حدیث صحیح اور ضعیف میں امتیاز کما حقہ کرسکے۔ جو بہ سبب اس میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔

(فتاوی عبدالحی اردو مترجم مولوی خورشید صاحب دیوبندی صـ ۱۶۰)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں جس ہستی کی شان یہ ہے جو احادیث میں خاتمۃ الحفاظ ہو۔ اس کو غیر مقلدین کا ایک عام آدمی اپنے عقیدے کے خلاف حضرت علامہ کو اپنے سے بھی جاہل سمجھتا ہے (حالانکہ ان کے بڑے بڑے مولوی جن کی قرآن خوانی بھی صحیح نہیں بقول میر سیالکوٹی صاحب کے) یہ ہے اس گستاخ طبقہ کی جرأت۔ خیر راہ حق تلاش کرنے والے کو حضرت علامہ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیئے کیونکہ یہی فلاح پانے والے گروہ کا امام وقت ہے۔ اب مزید ملاحظہ فرمائیے۔ طبقہ دیوبند کے شیخ العرب والعجم اور شیخ الاسلام یعنی مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی لکھتے ہیں۔

میں نے خواب میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو ان سے ہاتھ ملا کر بیعت کی اور یہ الفاظ کہے۔ ابایعک علی ما بایعت بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ نقش حیات صـ ۱۱ و شیخ الاسلام کے حیرت انگیز کارنامے صـ ۱۱۱

دیوبند کے سب سے پہلے مفتی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے بھائی مولوی عزیز الرحمٰن صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کے بارے ایک فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

امام سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے .... (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول صـ ۱۴۲)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی علیہ الرحمۃ جنکو حضرت شاہ

عبدالعزیز محدث دہلوی مرحوم نے فتاوی عزیزی میں اور دیوبندی شیخ الحدیث مولوی سرفراز گگھڑوی نے تسکین الصدور میں بیہقی وقت لکھا ہے) کو حضرت علامہ مرحوم کی تحقیق پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی مشہور تصنیف تذکرۃ الموتیٰ ابن حضرت سیوطی مرحوم کے ہی کلام سے استفادہ کیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

یہ رسالہ (تذکرۃ الموتیٰ) مردوں کے حالات اور قبروں کے احوال میں امام المتاخرین شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے استفادہ کر کے لکھا جاتا ہے۔

خود مولوی سرفراز گگھڑوی صاحب دیوبندی نے راہ سنت ص۱۶۵ میں حضرت امام کو امام جلال الدین سیوطی جیسے وسیع النظر عالم لکھا ہے دیوبندیوں کے خاتم المحدثین علامہ انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں۔ جیسا کہ سیوطی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیس مرتبہ دیکھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو صحیح کر لیا۔ (فیض الباری بحوالہ تسکین الخواطر ص۱۰۱)

عقائد علمائے دیوبند نامی کتاب کے مصنف اپنا عقیدہ حیات النبی کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالے "انبار الاذکیا بحیواۃ الانبیاء" میں بتقریح لکھا ہے۔ الخ المہند ص۳۵ طبع جہلم عربی اردو

حضرت ملا علی قاری رحمۃ الباری نے اپنی تصنیف موضوعات کبیر میں اکثر

مقام پر حضرت علامہ مرحوم کو شیخ مشائختنا لکھا ہے۔ قارئین یہ ہے مختصر تعارف مخالفین اور موافقین کے قلم سے طوالت حائل نہ ہو تو حضرت علامہ جیسی عظیم ہستی پر جتنا لکھا جائے کم ہے۔

بہر حال عرض یہ کرنا تھا کہ حضرت امام قدس اللہ سرہٗ کی شخصیت متنازعہ نہیں۔ بلکہ ہر گروہ اور فرقے میں مستند ترین ہستی ہیں۔ بس اب قارئین کو حق ڈھونڈنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ رسالہ ہذا یعنی "انبار الاذکیا (جس کو خود علمائے دیوبند کے امام نے بھی اپنے عقیدے کی بنیاد قرار دیا ہے) ملاحظہ فرمائیں۔ متزلزل لوگ اپنے عقائد کی تصحیح کرلیں۔ تاکہ قیامت کے دن انہیں سرخروئی حاصل ہو۔ حضرت امام حافظ الحدیث علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ ایک جامع علوم شخصیت تھے۔ آپ مفسّر بھی تھے اور محدّث بھی تھے اور متبحر عالم علوم قرآن بھی اور مورخ بھی۔

آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے چند ایک کا نام درج ذیل ہے۔

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن۔

۲۔ تفسیر جلالین نصف اول یعنی علامہ جلال الدین محلی کی ناتمام تفسیر کا تکملہ۔

۳۔ حدیث شریف کے موضوع پر مبسوط اور ضخیم تالیف جامع الجوامع۔ صحاح ستہ اور دس اسانید پر مشتمل ہے۔

۴۔ الخصائص الکبریٰ دو جلدوں پر مشتمل سیرت و معجزات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے نظیر کتاب ہے۔ مخالفین بھی اس سے کافی استفادہ کرتے ہیں۔ ہر سنی مسلمان کو ضرور پڑھنی چاہیے۔

۵۔ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور موت کے وقت اور بعد میں پیش آنے والے تمام واقعات مستند احادیث سے بیان کئے ہیں خاصکر ابن قیم کی کتاب الروح سے کافی مواد لیا گیا ہے۔ جو سُنی بھائی دیابنہ کی کتب اس موضوع پر پڑھتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اس کا مطالعہ کریں جو کراچی سے مدینہ پبلشنگ سے شائع ہوئی ہے۔ جبکہ دیوبندی ترجمہ بھی نور الصدور کے نام سے شائع ہوا ہے جس کے دیباچہ میں اقرار ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر بے مثال ہے۔

۶۔ تاریخ الخلفاء۔ یہ تاریخ بھی بڑی مستند ہے۔

۷۔ الحاوی للفتاوٰی۔ اس میں بے شمار رسائل ہیں۔ جن میں بعض کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور بعض کا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ اہل سنت کو مزید توفیق عطا فرمائے۔

زیر نظر رسالہ انباء الاذکیا اسی الحاوی للفتاوٰی سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ حضرت غزالی زماں رازی دوراں حضرت اقدس مولانا احمد سعید صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ نے کیا تھا جو آج سے کافی عرصہ قبل ملتان بوہڑ گیٹ والوں نے کتاب حیات النبی کے آخر میں لگا کر شائع کیا تھا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس رسالہ کو دوبارہ جدید طرز پر شائع کیا جائے۔ تاکہ گمراہی کا دروازہ بند ہو اور حق ظاہر ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے بزم رضائے مصطفےٰ والوں کو جنہوں نے پھر اس کو شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ تحسین کے مستحق ہیں جناب مولانا باغ علی صاحب اور جناب صوفی عبد الخالق صاحب جن کی ذاتی کوششوں کی بنا

یہ رسالہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔
رسالہ مذکور میں حیات النبی پر بیشمار احادیث پیش کی ہیں اور منکرین حیات النبی کی حدیث دانی کا بھرم کھولکر رکھدیا ہے قارئین پر واضح ہو جائیگا۔ کہ انکا عمل بالحدیث کا دعوی سراسر فریب اور دھوکا ہے اہلسنت کو شوق سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ایسے نایاب لٹریچر کو پھیلانے کیلئے تعاون کرنا چاہیئے بزم رضا سے فی سبیل اللہ نہیں تو کتاب خرید کر ہی تعاون کر دیجیئے۔
مسئلہ حیات النبی پر ناچیز تحقیق پیش کرنیسے قاصر ہے۔ کیونکہ حضرت علامہ مرحوم نے احادیث کے انبار لگا کر تشنگی پوری فرمادی ہے۔ اب وہی منکر ہوگا جو قرآن وحدیث کا منکر اور شان رسالت سے زبردست عداوت رکھے گا۔ عوام اہلسنت احادیث ملاحظہ فرمائیں اور ان نام نہاد اہلحدیثوں اور توحید وسنت کے اجارہ داروں کا عمل بالحدیث کا دعوی بھی دیکھیں۔ اللہ پاک ایسے منکرین سے بچائے۔
ساری زندگی عظمت مصطفےٰ کا دفاع کیا بدعت کی تردید اور سنت کے فروغ کیلئے کوشاں رہے آخر ۱۹۱۱ھ کو یہ آفتاب عالمتاب ساری دنیا کر منور کر کے غروب ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپکی قبر مبارک پر تا قیامت رحمتونکی بارش نازل فرمائے اور آپکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپکے صدقے میں ہمیں بھی خاتمہ ایمان نصیب فرمائے ہمیں دینی و دنیاوی مشکلات سے نجات دے۔ آمین ثم آمین۔
اہلسنت سے اپیل ہے کہ فقیر ناچیز کیلئے صرف دعا کر دیا کریں۔ بندہ مشکور ہوگا۔
ناچیز شیخ محمد افضل رضوی گوجرانوالہ

نوٹ:۔ حضرت علامہ کے یہ حالات زیادہ تر خصائص الکبری اردو جلد اول مطبوعہ ۲/۸۲ مدینہ پبلشنگ کراچی، سے ماخوذ ہیں، باقی دیگر کتب سے حوالے دے دیئے گئے ہیں۔

انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء

(از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مجھ سے سوال کیا گیا کہ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار پر انوار میں زندہ ہیں۔ مگر ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح مقدس بعض اوقات آپ سے جدا ہوتی ہے۔ ان دونوں باتوں میں کس طرح مطابقت ہوگی۔ یہ ایک بہترین سوال ہے جس میں غور و خوض کی ضرورت ہے میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر انور میں زندہ ہونا اور اسی طرح باقی کل انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا ایک ایسا امر ہے جو علم قطعی کے ساتھ ہمیں معلوم ہے اس لئے کہ اس پر ہمارے نزدیک قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے ان کی قبروں میں زندہ ہونے پر ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے حیات انبیاء پر دلالت کرنے والی حدیثوں میں سے بعض احادیث حسب ذیل ہیں۔

مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ مَرَّ بِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ ۝

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات موسٰی علیہ السلام کی قبر پر اس حال میں گزرے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۲۔ ابو نعیمؒ "حلیہ" میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْہِ ۝

ترجمہ: تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسٰی علیہ السّلام کی قبر سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

۳۔ ابو یعلی نے اپنے مسند میں اور بیہقی نے کتاب حیاۃ الانبیاء میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ ۝

ترجمہ: انبیاء علیہم السّلام اپنی نورانی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں حلیہ میں ابو نعیم نے یوسف بن عطیہؒ سے روایت کی انہوں نے ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سنا کہ وہ حمید طویل سے فرما رہے تھے۔

"آپ کو کوئی ایسی حدیث بھی ملی ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے کا نماز پڑھنا بھی مذکور ہو۔ حمید نے کہا۔ کہ نہیں۔ یعنی قبر میں نماز پڑھنے کی حدیث صرف انبیاء علیہم السلام کے متعلق وارد ہوئی ہے"۔

ابو داؤد اور بیہقی نے اوس بن اوس الثقفی سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جمعہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے

لہذا اس دن بہت کثرت کے ساتھ تم مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وصال کے بعد جب آپ پوشیدہ ہو جائیں گے تو اس وقت ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

۵۔ امام بیہقی نے "شعب الایمان" اور اصبہانی نے "ترغیب" میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا بُلِّغْتُهٗ ۔

ترجمہ:۔ جس نے مجھ پر درود بھیجا میری قبر کے نزدیک میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود بھیجا دور سے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

۶۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِيْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ يُّصَلِّيْ صَلَاةً اِلَّا بَلَّغَنِيْهَا۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر مقرر ہے۔ تو کوئی درود بھیجنے والا کسی وقت کہیں سے درود نہیں بھیجتا مگر اس کا درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

۷- امام بیہقی حیاۃ الانبیاء میں اور امام اصبہانی نے "ترغیب" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِائَةً فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ سَبْعِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْاٰخِرَةِ وَثَلٰثِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا ثُمَّ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكًا يُّدْخِلُهٗ عَلٰى قَبْرِيْ كَمَا يُدْخَلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا اِنَّ عِلْمِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَعِلْمِيْ فِي الْحَيَاةِ

ترجمہ:۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جس نے ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اس تحفہ درود کو میری قبر انور میں میرے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے جیسے تمہارے سامنے تحفے پیش کئے جاتے ہیں۔ بے شک میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے گا جیسا کہ حیات دنیا میں ہے۔

بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ يُخْبِرُنِيْ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ بِاسْمِهٖ وَنَسَبِهٖ فَاُثْبِتُهٗ عِنْدِيْ فِيْ صَحِيْفَةٍ بَيْضَاءَ

ترجمہ:۔ فرشتہ مجھے خبر دیتا ہے ان سب لوگوں کی جو مجھ پر درود بھیجتے ہیں ان کے ناموں کے ساتھ اور ان کے نسبوں کے ساتھ تو میں سب کچھ ایک سفید کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔

۸- امام بیہقی نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ

ترجمہ :۔ بے شک انبیاء علیہم السلام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے اور لیکن وہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ اقدس میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صور پھونکا جائے یعنی قیامت تک۔ اور روایت کی۔ سفیان ثوری نے "الجامع" میں کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھا لیا جاتا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پہ انبیاء علیہم السلام زندہ لوگوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ ان کو رکھتا ہے۔ وہیں رہتے ہیں پھر امام بیہقی نے فرمایا کہ موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بہت سے شواہد ہیں۔ یہ کہہ کر واقعہ معراج میں انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر کیا اور حضور کا انبیاء کے ساتھ کلام کرنا اور انبیاء کا حضور کے ساتھ کلام کرنا بیان کیا۔

۹۔ امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِذَا مُوسٰى قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَاِذَا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ

ترجمہ :۔ بے شک میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں

دیکھا۔ ناگہاں موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور میں نے اچانک دیکھا کہ وہ دبلے پتلے گھنگھریالے بالوں والے ہیں۔ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں

ہیں ان کے ساتھ تمہارے صاحب یعنی خود حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ پھر نماز کا وقت آگیا۔ تو میں نے ان کی امامت کی۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے۔ اَلنَّاسُ یُصْعَقُوْنَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ ۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نفخہ اولیٰ کے وقت تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ تو سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو ہوش میں آئے گا۔ امام بیہقی اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ حدیث کا مضمون اس صورت میں درست ہو سکتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی گئی ہوں اور وہ شہدا کی طرح یقینی طور پر زندہ ہوں۔ تاکہ نفخ صور کے وقت ان پر بے ہوشی طاری ہونا ممکن ہو اور دنیا میں زندہ رہنے والے لوگوں کی طرح وہ بھی بے ہوش ہو جائیں۔ اس بیہوشی کو ہم کسی اعتبار سے بھی موت قرار نہیں دے سکتے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر ان کے احساس اور شعور پر مدہوشی کا ایک حجاب آجائے گا۔ بیہقی کا بیان ختم ہوا۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیَنْزِلَنَّ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاُجِیْبَنَّہٗ ۔

ترجمہ :۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عیسیٰ بن مریم ضرور آسمانوں سے نازل ہوں گے اس کے بعد اگر وہ میری قبر پر آ کر "یا محمدؐ" کہہ کر پکاریں تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔

۱۲۔ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں سعید بن مسیبؒ سے روایت کی کہ میں نے واقعہ حرّہ کے موقع پر دیکھا جب کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ کہ جب نماز کا وقت ہوتا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز آتی تھی۔

۱۳۔ اسی طرح ابن سعد نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ ایام حرہ میں جب لوگ قتل ہو رہے تھے تو وہ مسجد نبوی کے اندر تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا۔ تو میں قبر مبارک سے آذان کی آواز سنتا۔

۱۴۔ امام دارمی نے اپنی مسند میں فرمایا۔ کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ جن ایام میں حرّہ کا واقعہ پیش آیا۔ ان دنوں مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ تکبیر کہی گئی۔ ان ایام میں سعید بن مسیّب مسجد نبوی میں مقیم رہے قبر انور سے جب ایک آواز آتی تو انہیں نماز کا وقت معلوم ہو جاتا۔ ان روایات و احادیث سے بدائتہً صحیح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کے حق میں فرمایا ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

ترجمہ :۔ نہ گمان کر ان لوگوں کو جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں مردہ۔ بلکہ

وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو شہداء کے مقابلہ میں زندہ ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے کہ وہ شہداء کی نسبت بہت زیادہ بزرگی اور عظمت والے ہیں۔ ہر نبی میں شہادت اور نبوت دونوں صفتیں پائی جاتی ہیں اس لیئے ان کا آیت کے عموم میں پایا جانا ظاہر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

ابو یعلی طبرانی اور حاکم نے اپنی مستدرک اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں اگر میں نو بار قسم کھا کر یہ کہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں۔ تو میں اسے زیادہ پسند کروں گا بہ نسبت اس کے کہ میں ایک بار قسم کھا کر کہوں کہ آپ شہید نہیں ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

حضور کی شہادت کے ثبوت میں بخاری اور بیہقی کی روایت

بخاری اور بیہقی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں فرماتے تھے۔ میں اس وقت تک اس کھانے کی تکلیف بدستور محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اور اب اس کھانے نے میری شہ رگ کو قطع کر دیا ہے

اس حدیث کے موجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شہید ٹھہرے تو نصّاً قرآنی سے قبر انور میں آپ کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ خواہ عموم لفظ سے ہو یا مفہوم موافقۃ سے۔ امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں فرمایا۔ انبیا علیہم السلام کو قبض ارواح کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں۔ لہٰذا شہیدوں کی طرح وہ بھی یقینی طور پر اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ امام قرطبی نے تذکرہ میں صعقہ کی حدیث کو اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ موت عدم محض کو نہیں کہتے۔ بلکہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ شہدا اپنے قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ اور نعمائے الٰہی کی خوشخبری حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ امور دنیا میں زندوں کی صفات سے ہیں۔ جب شہدا کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ اس کے مستحق ہیں اور یہ بات تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ نیز یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات شب معراج بیت المقدس میں اور آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام سے ہوئی اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا۔ کہ آپ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ وغیر ذالک جن سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام کی موت صرف اس امر کی طرف راجع ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب کر دیئے گئے ہیں۔ کہ اب ہم (عادتاً) ان کو نہیں پا سکتے۔ اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں۔ اور ان کا حال ایسا ہے

جیسے ملائکہ کرام کا کہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں۔ لیکن انہیں ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ جو اللہ کے ولی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف سے خصوصی کرامتوں کے ساتھ نوازتا ہے۔ علامہ بارزی سے دریافت کیا گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ " ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

استاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی فقیہہ اور اصولی جو شافعیہ کے استاد ہیں۔ مسائل جاجرمیّین کے جوابات میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب، متکلمین محققین نے فرمایا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی طاعت کے ساتھ خوش ہوتے ہیں۔ اور گنہگاروں کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔ اور ان کی امت میں جو ان پر درود بھیجتا ہے وہ انہیں پہنچتا ہے۔

یہی استاذ ابو منصور فرماتے ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور زمین بھی ان کے کسی حصّے کو نہیں کھا سکتی۔

دیکھیئے موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں فوت ہوئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حدیث معراج میں بھی آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے انہیں چوتھے آسمان پر دیکھا اور آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا پر دیکھا اور ابراہیم علیہ السلام کو جب دیکھا تو انہوں نے مرحبا کہا۔

جب ہمارے لئے یہ اصل ثابت ہوگئی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور وہ اب بھی نبوت پر بدستور قائم ہیں۔ یہ استاذ عبد القاہر کے کلام کا آخری حصہ ہے۔ شیخ السنۃ حافظ الحدیث ابوبکر بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔ قبض ارواح کے بعد انبیاء علیہم السلام کی روحیں انہیں لوٹا دی جاتی ہیں۔ تو وہ شہداء کی طرح د بالیقین اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا اور آپ کا ارشاد یقیناً سچا ہے کہ ہم امتیوں کا درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اور ہمارا سلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ پھر امام بیہقی نے فرمایا کہ ہم نے حیات انبیاء پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ نیز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روح مبارک قبض ہونے کے بعد بھی اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اس کے برگزیدہ اور ساری مخلوق میں بہترین اور پسندیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر درود ہو۔ اے اللہ ہمیں ان کی سنت پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر موت دے اور ہمیں ان کے ساتھ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں جمع کر۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔" بارزی کا جواب ختم ہوا۔

شیخ عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ پر ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ جن میں وہ آسمانوں اور زمینوں کے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ انبیاء السلام کو مردہ نہیں بلکہ زندہ دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں زندہ دیکھا۔

امام یافعی فرماتے ہیں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کو بطور معجزہ مل سکتی ہیں۔ وہ اولیاء کرام کو بطور کرامت مل سکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایسی چیز نہ ہو جس میں دعوت معارضہ پائی جائے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ ان باتوں کا انکار سوائے جاہل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ امام یافعی نے فرمایا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات میں علماء اعلام کے بیشمار روشن بیانات موجود ہیں۔ لیکن ہم اسقدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

فصل اور بہرحال دوسری حدیث، اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو عبدالرحمن مقری کے طریق سے کی ہے جو حیوہ بن شریح سے اور وہ ابو صخر سے وہ یزید بن عبداللہ بن قسیط سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ رُوْحِیْ اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

ترجمہ :۔ کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں بھیجتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹادی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہر الفاظ حدیث سے شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات آپ کی روح اقدس آپ کے جسم اطہر سے جدا ہوتی ہے حالانکہ یہ امر احادیث مذکورہ بالا کے منافی ہے۔ میں نے اس حدیث پر غور کیا تو مندرجہ ذیل جوابات میرے ذہن میں آئے۔

جواب اول اور یہ بہت کمزور جواب ہے کہ راوی کو حدیث کے کسی لفظ میں غلطی لگی ہے جس کی وجہ سے یہ اشکال۔

پیدا ہوا ــــ علماء نے اس قسم کی کئی غلطیوں کا ذکر احادیث کثیرہ کے ذیل میں کیا ہے لیکن اصل اس کے خلاف ہے۔ اس لئے راوی کی غلطی کا دعوی قابل اعتماد نہیں۔

جواب دوم یہ نہایت قوی جواب ہے اور اس کو وہی پا سکتا ہے۔ جسے عربیت میں پورا کمال حاصل ہو وہ یہ ہے۔ کہ "رَدَّ اللّٰہُ" جملہ حالیہ ہے اور عربی قاعدہ کے مطابق جب فعل ماضی جملہ حالیہ واقع ہو تو وہاں قد ضرور مقدر ہوتا ہے۔ جیسا اس آیۃ میں اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ یعنی قد حصرت۔ اسی طرح یہاں بھی چونکہ فعل ماضی جملہ حالیہ واقع ہوا ہے۔ اس لئے لفظ قَدْ مقدر مانا جائے گا اور جملہ حالیہ کو ہر سلام بھیجنے والے کے سلام سے پہلے تسلیم کرنا ہوگا۔

نیز یہ کہ "حتیٰ" یہاں تعلیل کے لئے نہیں بلکہ محض حرف عطف ہے جو واؤ کے معنی دیتا ہے اس تقدیر پر حدیث کا مفہوم یوں ہوگا۔ جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سلام بھیجنے سے پہلے ہی میری روح مجھے لوٹا دی جاتی ہے۔ اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اشکال صرف اس گمان کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ کہ جملہ حالیہ "رَدَّ اللّٰہُ" استقبال کے معنی میں ہے اور یہ کہ حتیٰ تعلیلیہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ ہماری اس تقریر سے اشکال کی جڑ منقطع ہو گئی۔ پھر معنی کے اعتبار سے بھی اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ اگر لفظ "رَدَّ" کو استقبال کے معنی میں لیا جائے۔ تو سلام کرنے والوں کے سلام کی تکرار

کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے لوٹائے جانے کی تکرار بھی لازم آئے گی اور روح مبارک کے بار بار لوٹائے جانے سے یہ لازم آئے گا کہ روح اقدس جسم مبارک سے بار بار جدا ہو اور روح پاک کے جسم اطہر سے بار بار جدا ہونے میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

ایک یہ کہ جسم مبارک سے روح اقدس کے بار بار نکلنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتا، یا کم از کم اس تکرارِ خروجِ روحِ مبارک کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی کے منافی ہوتا۔

دوسرے یہ کہ روح کا بار بار نکلنا اور جسم میں داخل ہونا شہداء وغیرہم کی شان ہی کے خلاف ہے کیونکہ ان کے بارے میں یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ عالم برزخ میں ان کی روحیں بار بار جدا ہوتی ہیں۔ اور بار بار ان کے جسموں میں واپس آتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس بات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ کہ آپ کی روح مبارک ہمیشہ آپ کے جسم اقدس میں رہے اور یہی اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق کہا جائے۔

ایک تیسری خرابی بھی لازم آتی ہے وہ یہ کہ روح اقدس کا جسم مبارک سے بار بار نکلنا اور پھر واپس آنا نصِ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس بات پر دلالت کی کہ موت صرف دو مرتبہ ہے اور حیات بھی صرف دو مرتبہ اور اس بار بار روح کے نکلنے اور واپس آنے سے تو بے شمار موتیں لازم آتی ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی روشنی میں صراحتہً باطل ہے۔

اس کے علاوہ ایک چوتھی خرابی بھی لازم آتی ہے اور وہ حدیث متواتر

سابقہ کی مخالفت ہے اور جو چیز قرآن مجید اور سنت متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل واجب ہے اور اگر وہ تاویل کو قبول نہ کرے۔ تو اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

لہٰذا اس حدیث کا اس معنی پر عمل کرنا واجب ہے۔ جو ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں۔۔

جواب سوم لفظ "رَدّ" ہمیشہ مفارقت پر ہی دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ کبھی مطلق صیرورۃ سے ہی کنایہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں شعیب علیہ السلام سے حکایتہً وارد ہوا قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ۔

ترجمہ:۔ ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے قرار پائیں گے۔ اگر تمہاری ملت میں آجائیں۔

جز. ۔ یہاں عود کے لفظ سے صیرورۃ مراد ہے یہ نہیں کہ پہلے ان کی ملت سے شعیب علیہ السلام نکل گئے تھے اور اب وہ نکلنے کے بعد واپس آنے کی بات کر رہے ہوں۔ کیونکہ شعیب علیہ السلام کبھی بھی کفار اور مشرکین کی ملت میں نہ تھے اور اس حدیث میں تو اس لفظ "رَدّ" کے استعمال میں ایک بہت بڑی خوبی یہ پائی جاتی ہے کہ اسے لفظی مناسبت کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ بعد میں "حتیٰ اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" فرمایا۔ یعنی ابتدائے کلام میں "رَدّ" کا لفظ اس لئے لیا گیا۔ کہ آخر میں "اَرُدَّ" ارشاد فرمانا تھا۔

جواب چہارم اور وہ بہت قوی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ " ردِّ روح سے یہ مراد نہیں کہ وہ بدن شریف سے جدا ہو کر بدن مبارک میں واپس آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں ملکوت کے احوال اور مشاہدہ الٰہی میں بالکل اسی طرح مشغول اور مستغرق ہیں جس طرح دنیا کی حیات ظاہری میں ہوتے تھے لہٰذا اس مشاہدہ اور استغراق کی حالت سے اِفاقہ کو " ردِ روح" سے تعبیر فرمایا۔ اس کی نظیر علماء کا وہ قول ہے۔ جو حدیث معراج میں واقع ہونے والے لفظ اِسْتَیْقَظْتُ کی تشریح میں وارد ہوا ہے یہ لفظ بعض احادیث معراج میں مروی ہے حدیث کی عبارت یہ ہے۔

فَاسْتَیْقَظْتُ وَاَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" یہاں لفظ استیقاظ سے مراد نیند سے بیدار ہونا نہیں۔ کیونکہ معراج نیند میں نہیں ہوا۔ بیداری میں ہوا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عجائب ملکوت کے مشاہدے میں مشغولیت سے اِفاقہ ہے امام سیوطی نے فرمایا۔ کہ لفظ " رَدّ " کی تاویل میں اس وقت میرے نزدیک یہ جواب سب سے زیادہ قوی ہے اگرچہ اس سے پہلے جواب ثانی کو ترجیح دے چکا ہوں۔

جواب پنجم لفظ رَدّ اس بات کو مستلزم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک بدن اقدس میں ہی رہے۔ کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں۔ جبکہ کوئی نہ کوئی آپ پر درود وسلام نہ بھیجتا ہو۔ لہٰذا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح شریف کا بدن مبارک میں ہر وقت ہونا ضروری ہے۔

جواب ششم کہا جا سکتا ہے کہ پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ

وحی یہی بتایا گیا ہو۔ مگر بعد میں آپ کو وحی کی گئی کہ آپ قبر شریف میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ دونوں میں تقدم و تاخر پایا جاتا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ وہ جوابات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیئے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی جواب میں نے کسی سے منقول نہیں پایا پھر یہ جوابات لکھنے کے بعد میں نے تاج الدین فاکہانی مالکی کی کتاب الفجر المنیر فیما فضل بہ البشیر النذیر" کو دیکھا اس میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

ترمذی میں روایت کی گئی کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں۔ اس لئے کہ یہ عادتاً محال ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت پایا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بھی درود وسلام نہ بھیج رہا ہو خواہ دن ہو یا رات اگر اعتراض کیا جائے کہ "رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ" کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ زندہ ہونا مطابقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس حدیث سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک لحظہ میں آپ کئی بار زندہ ہوں اور کئی بار وفات پائیں اس لئے کہ کائنات میں ہر وقت کوئی نہ کوئی ان پر ضرور درود وسلام بھیجتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ بلکہ ایک ہی لمحہ میں بے شمار لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام بھیجتے

تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے طور پر روح سے نطق مراد لیا گیا ہے گویا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ نُطْقِیْ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الدوام زندہ ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ حیات کے ساتھ ہر لحظہ نطق بھی حضور کے لئے ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر سلام بھیجنے والے کے سلام کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نطق عطا فرما دیتا ہے۔

یہاں پر علاقہ مجاز "تلازم" ہے کیونکہ نطق کیلئے روح لازم اور روح کیلئے نطق لازم بالفعل ہو یا بالقوۃ۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احد المتلازمین سے دوسرے کو تعبیر فرمایا اور ایک کا ذکر فرما کر دوسرے کو مراد لیا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ روح دو بار سے زیادہ نہیں لوٹتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ۔ ترجمہ۔ اے ہمارے رب تو نے دو دفعہ ہمیں موت دی اور دو بار ہمیں زندہ کیا۔

یہ عبارت شیخ تاج الدین فاکہانی کے کلام کی ہے۔ ان کا یہ جواب میرے بیان کردہ جوابات کے علاوہ ہے۔ لہٰذا بر تقدیر تسلیم یہ ساتواں جواب ہوگا۔ مگر یہ جواب میرے نزدیک درست نہیں۔ کیونکہ اس کی ظاہری عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم عالم برزخ میں زندہ ہونے کے باوجود نطق نہیں فرما سکتے۔ بلکہ اسی وقت حضور کو نطق دیا جاتا ہے۔ جب کوئی سلام کرنے والا انہیں سلام کرتا ہے اور یہ قید لگانا بہت قبیح بلکہ ممنوع ہے اس لئے کہ عقل و نقل دونوں اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔

نقل اس لئے کی کہ جو روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیا علیہم

السلام کے برزخی حالات کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ اس بات کی تصریح کرتی ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح چاہیں برزخ میں بولتے ہیں اور انہیں کسی بات سے روکا نہیں جاتا کسی روایت میں یہ وارد نہیں ہوا۔ کہ کسی نبی کو برزخ میں بولنے سے منع کیا جاتا ہے۔ بلکہ تمام مومنین اور اسی طرح شہداء وغیرہ ہم سب عالم برزخ میں جو کچھ چاہتے ہیں بولتے ہیں۔ اور ان کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اور برزخ میں کسی کے لئے بولنے کی ممانعت مروی نہیں ہوئی۔ سوائے اس شخص کے جو وصیّت کے بغیر مر جائے۔

چنانچہ ابو الشیخ بن حیان نے کتاب الوصایا میں قیس بن قبیصہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وصیّت کے بغیر مر جائے گا۔ اسے مردوں سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ کیا مردے بھی کلام کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں صرف کلام ہی نہیں بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں

اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء اور شہداء علیہم السلام قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قبر میں نماز پڑھی کیونکہ نماز کے لئے زندہ جسم ہونا ضروری ہے اسی طرح شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ سب اجسام کی صفات ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے حقیقی طور پر زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔

کہ دنیا کی طرح برزخ میں بھی ان کے جسموں کو دنیاوی کھانے پینے کی ضرورت ہو۔ رہے ادراکات جیسے علم اور سماع تو بلا شک انبیاء علیہم السلام کے لئے وہ حاصل ہیں۔ اور یہی حال باقی وفات یافتہ لوگوں کا ہے۔ انتہی۔

اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فاکہانی کے جواب کے خلاف عقل و نقل کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق کو سلام کرنے والے کے سلام کی قید سے مقید کرنے کے خلاف عقل کی شہادت یہ ہے کہ بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نطق اور گویائی سے روک دینا قید اور عذاب ہے۔ اسی لئے تارک وصیت کو اس قسم کی سزا دی جائے گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امور سے منزہ ہیں۔ لہٰذا نطق سے روک دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہو سکتا۔

حیات دنیا میں نہ وفات کے بعد جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مرض وفات میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا۔ لَا كَرْبَ عَلٰی اَبِیْكِ بَعْدَ الْیَوْمِ۔ یعنی آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہ ہوگی جب شہداء اور عام مومنین بہ استثناء ان لوگوں کے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ نطق اور گویائی سے نہیں روکے جائیں گے۔ تو حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نطق سے کیونکر روکا جا سکتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو گویائی سے باز رہنے کی تکلیف کیسے دی جا سکتی ہے۔

جواب ہفتم | شیخ تاج الدین فاکہانی کے بیان سے ایک اور جواب نکلتا

ہے جسے ہم دوسرے طرز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ "روح" سے مراد نطق ہے اور "رَدَّ" سے مراد جدائی کے بغیر بدستور موجود رہتا ہے۔ جیسا کہ تیسرے جواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح اس حدیث میں دو مجاز پائے گئے ایک مجاز "رَدَّ" کے لفظ میں اور دوسرا لفظ "روح" میں۔ اس جواب (ہفتم) کی تقدیر پر مضمون حدیث کا خلاصہ یہ ہوگا۔ کہ جب بھی کوئی سلام بھیجنے والا مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میرے نطق کو اللہ تعالیٰ میرے لئے موجود اور باقی رکھتا ہے۔ تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

جواب ہشتم

اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ لفظ "رُوح" کنایہ کے طور پر سمع مراد لی جائے اور حدیث کے یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خرق عادت کے طور پر ایسی قوت شنوائی عطا فرماتا ہے۔ کہ آپ سلام بھیجنے والے کی آواز کو خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ سن لیتے ہیں۔ اور کسی پہنچانے والے کے واسطہ کے بغیر سُن کر اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ یہاں معتاد قوت سمع مراد نہیں۔ دنیا میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حالت تھی اور آپ خارق عادت باتیں سُن لیتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "اَطِیطُ السَّمَاءِ" (آسمان کے چرچرانے کی آواز) سنتے تھے۔ جیسا کہ کتاب المعجزات میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔ مگر بعض اوقات یہ حالت نہ رہتی تھی۔ یعنی بطور خرق عادت آوازیں سننے کی طرف کسی حکمت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ نہ رہتی تھی۔ لیکن پھر وہ حالت لوٹ آتی تھی۔ یعنی عدم التفات کا ازالہ ہو جاتا

بجایا جاتا تھا۔ اور کوئی چیز آپ کو اس سے نہ روک سکتی تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت برزخ میں بعینہ وہی ہے۔ جو دنیا میں تھی۔

جواب نہم اس جواب سے ایک اور جواب نکالا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ لفظِ روح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سمع معتاد ہی مراد ہے اور لفظ "رَدَّ" سے مراد ملکوتی استغراق اور مشاہدہ حق تعالیٰ سے افاقہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سلام بھیجنے والوں کی طرف مخاطب ہونے کے لئے اپنے مشاہدہ اور استغراق ملکوتی سے لوٹا دیتا ہے اور جواب دینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پہلی حالت کی طرف واپس آ کر استغراق ملکوتی اور مشاہدہ حق تعالیٰ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

جواب دہم اس بیان سے ایک اور جواب نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "رَدِّ رُوح" سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں جن اعمال میں مشغول ہیں۔ مثلاً اُمت کے اعمال کو دیکھنا۔ ان کی برائیوں سے ان کے لئے استغفار کرنا۔ ان مصائب سے دور ہونے کی دعا فرمانا۔ اطراف زمین میں برکت دینے کے لئے آمد و رفت رکھنا اور امت مرحومہ میں سے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں۔ ان کے جنازوں پر تشریف لانا وغیرہ ذالک ان تمام اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فراغت حاصل ہو جائے۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں انہی امور میں مشغول رہتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا۔ جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہے اور چونکہ آپ پر سلام بھیجنا افضل ترین عمل اور سب سے بڑی قربت ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام پر

سلام بھیجنے والوں کے لئے یہ خاص عنایت ہوگی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شرف عطا فرمانے اور اس کے سلام کا بدلہ دینے کے لئے اپنے عام مشاغل سے فارغ ہو کر اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ یہ کل دس جواب ہیں جن کا میں نے خود استنباط کیا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ فکر و حفظ جب آپس میں ملتے ہیں۔ تو عجیب و غریب باتیں پیدا ہو جاتیں ہیں۔

جواب یازدہم

اس کے بعد مجھ پر گیارھواں جواب ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ کہ روح سے روح حیات مراد نہیں۔ بلکہ خوشی و راحت مراد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ یہاں فَرُوْحٌ کی راء پر ضمہ بھی پڑھا گیا ہے اس تقدیر پر حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجنے والوں کے سلام سے نہایت خوشی و مسرت اور راحت و فرحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اپنے سلام کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور یہ خوشی حضور علیہ السلام کو سلام کا جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔

جواب دوازدہم

پھر بارہواں جواب میری سمجھ میں آیا اور وہ یہ کہ "روح" سے وہ رحمت مراد ہے۔ جو درود کے ثواب سے پیدا ہوتی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے النہایہ میں فرمایا۔ کہ لفظ "راوح" جس طرح قرآن مجید میں کئی معنوں میں آیا ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی معانی متعددہ میں وارد ہے۔ لفظ "روح" کا غالب استعمال اسی روح کے معنی میں ہے جس کے ساتھ جسم زندہ رہتا ہے اس

کے علاوہ قرآن" وحی" رحمت اور جبریل پر بھی لفظ روح کا اطلاق کیا گیا ہے
انتہی ابن منذر نے اس کی سند میں حسن بصریؒ سے روایت کی کہ انہوں نے
فَرُوْحٌ وَّرَیْحَانٌ میں لفظ رُوح کو فتح راء کی بجائے ضمہ کے ساتھ پڑھا اور
کہا کہ روح کے معنی رحمت ہیں اس سے پہلے حضرت انسؓ کی روایت گذر چکی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبر انور میں درود اسطرح داخل کیا جاتا ہے جیس
طرح لوگوں پر ہدایا داخل کئے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں لفظ" صلوٰۃ" سے
ثواب صلوٰۃ مراد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا انعام ہے۔

جواب سیزدہم اس کے بعد تیرھواں جواب مجھ پر منکشف ہوا۔ اور
وہ یہ کہ لفظ" روح" سے مراد وہ فرشتہ ہے
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر دیا گیا ہے
اور جو حضور کی امت کا سلام حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ لفظ" روح"
جبریل علیہ السلام کے علاوہ دوسرے فرشتوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے
امام راغب فرماتے ہیں کہ اشراف ملائکہ کا نام ارواح رکھا جاتا ہے۔ انتہیٰ۔
رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو میری قبر انور پر
متعین ہے میری طرف بھیج دیتا ہے تاکہ وہ مجھے سلام پہنچا دے۔ یہ وہ جواب
ہیں جو میری سمجھ میں آئے۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ شیخ تاج الدین فاکہانی کے کلام میں دو ایسی باتیں آگئی ہیں جن پر تنبیہ
کرنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے اس حدیث اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ وغیرہ کو
ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اصحاب کتب ستہ میں

سے صرف ابوداؤد نے اس کی تخریج کی ہے جیساکہ حافظ جمال الدین مزی نے "اطراف" میں ذکر کیا ہے دوسرے یہ کہ فاکہانی نے اس حدیث کو لفظِ رَدَّ اللہ علی سے وارد کیا۔ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث اسی طرح ہے۔ لیکن بیہقی نے رَدَّ اللہ اِلَیَّ رُوحِی کے الفاظ سے روایت کی ہے اور یہ بہت ہی لطیف اور مناسب ہے۔ کیونکہ (الی اور علیٰ) کے دونوں صلوں میں لطیف فرق پایا جاتا ہے اس لئے کہ جب لفظ رَدَّ "علیٰ" کے ساتھ متعدی ہو تو اہانت کے معنی میں آتا ہے اور الی کے ساتھ متعدی ہو تو عزت واکرام کے معنی دیتا ہے اصطلاح میں ہے رَدَّ عَلَیْہِ الشَّیْءَ اِذَا لَمْ یَقْبَلْہُ یعنی ردعلیہ الشی اس وقت بولتے ہیں، جب اسے کوئی قبول نہ کرے اور واپس کر دے۔ اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ رَدَّ عَلَیْہِ اِذَا اَخْطَاہُ یعنی جب کسی کی بات کو غلط قرار دینا ہو تو رَدَّ اللہ علیہ کہا جاتا ہے نیز محاورہ ہے رَدَّہٗ اِلٰی مَنْزِلِہٖ وَرَدَّ اِلَیْہِ جَوَابًا اَیْ رَجَعَ۔ ترجمہ۔ لوٹا دیا اس کو اس کے گھر کی طرف اور لوٹا دیا اس کی طرف جواب اس محاورہ میں رَدَّ لوٹانے کے معنی میں استعمال ہو رہے ہیں راغب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں یَرُدُّوْکُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ ۲۔ رُدُّوْھَا عَلَیَّ (۳) نُرَدُّ عَلٰی اَعْقَابِنَا۔ تینوں جگہ لفظ رَدَّ پہلے معنی میں آیا ہے اور فَرَدَدْنٰہُ اِلٰی اُمِّہٖ وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ چاروں جگہ لفظ رَدَّ دوسرے معنوں میں وارد ہوا ہے۔

فصل

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ لفظ رَدَّ کے ایک معنی سونپنے اور سپرد کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ رَدَدْتُ الْحُکْمَ فِیْ کَذَا اِلٰی

فُلَانٍ اَیْ فَوَّضْتُ اِلَیْہِ - ترجمہ - میں نے فیصلہ فلاں کے سپرد کر دیا - قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْہُمْ انتہی -

جواب چہاردہم

اس بیان کی روشنی میں حدیث زیر نظر سے متعلق چودھواں جواب نکلتا ہے اور وہ یہ کہ رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام بھیجنے والوں کے سلام کا جواب دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما دیتا ہے - یہ معنی اس تقدیر پر کہ روح سے رحمت مراد لی جائے اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو صلوٰۃ منسوب ہوتی ہے وہ رحمت ہی ہے تو گویا بارگاہ رسالت میں جو شخص بھی سلام بھیج رہا ہے وہ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یعنی رحمت کا طلبگار ہے - رحمت الٰہی کی یہ طلبگاری اس حدیث کے معنی کو ثابت کرنے کے لئے ہے کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا - اللہ تعالیٰ اس پر دس درود نازل فرمائے گا - اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود اس کی رحمت ہی کے معنی میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس امر رحمت کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما دیا - کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رسالت میں سلام بھیجنے والے کے لئے دعا فرمائیں اور حضور علیہ السلام کی دعا قطعاً یقیناً قبول ہو گی - لہٰذا جو رحمت سلام بھیجنے والے کو حاصل ہو گی - وہ صرف حضور علیہ السلام کی برکت دعا اور حضور پر سلام بھیجنے کی وجہ سے ہو گی - اور یہ ایک لحاظ سے سلام بھیجنے والے کے سلام کو قبول کرنے اور اس کو ثواب دینے کی سفارش قرار پائے گی -

اس تقدیر پر لفظ روح میں [illegible] اضافت ہے وہ ادنیٰ ملابست ہو گی اور بر اس

طرح ہے جیسے حدیث شفاعت میں وارد ہوا کہ انبیاء علیہم السلام امر شفاعت کو ایک دوسرے کی طرف سونپیں گے۔ یہاں تک کہ امر شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچے گا۔ اور حدیث معراج میں وارد ہے جس رات مجھے معراج کرائی گئی مجھے ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ملے اور انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیا۔ بالآخر سب نے ابراہیم علیہ السلام پر معاملہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے اس معاملے کو عیسیٰ علیہ السلام پر چھوڑ دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس رحمت کا معاملہ جو سلام بھیجنے والے کو میری وجہ سے حاصل ہو گی۔ مجھ پر چھوڑ دیتا ہے تو میں اس رحمت کے لئے بذات خود اس طرح دعا کا اہتمام کرتا ہوں کہ سلام بھیجنے والے کے سلام کے جواب میں لفظ سلام بولتا ہوں اور اس کے حق میں دعا کرتا ہوں۔

جواب پانزدہم

اس کے بعد پندرھواں جواب میری سمجھ میں آیا۔ کہ روح سے مراد وہ رحمت و ذاتی صفت ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں امت کے لئے پائی جاتی ہے اور وہ رحمت جو آپ کی جبلت مقدسہ میں شامل ہے بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر غضب ناک ہو جاتے ہیں جن کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور وہ محرمات کے مرتکب ہوں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں سے مغفرت کا سبب ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ ذَنْبُكَ۔ یعنی اس وقت جب تم درود شریف کی کثرت کرو گے تم غم سے محفوظ کر دیئے

جاؤگے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ لہٰذا آپ نے یہ فرمایا۔ کہ جو شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے خواہ اس کے گناہ کتنے بھی زیادہ کیوں ہوں آپ کی فطری رحمت آپ کی طرف لوٹ آتی ہے اور آپ بنفس نفیس اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ اور اس شخص کے سابقہ گناہ آپ کے لئے اس کے سلام کا جواب دینے سے رکاوٹ کا موجب نہیں ہو سکتے۔ یہ بہت عمدہ فائدہ اور عظیم الشان بشارت ہے یہ فائدہ نفی عام کے موقع پر "من" استغراقیہ لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ لفظ من زائدہ لانے سے استغراق نفی پر نص ہوگئی اور اس بات کا احتمال جاتا رہا کہ یہاں عام کا ذکر ہے اور خواص مراد ہے۔ یہ ان جوابات کا آخری جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرمائے اگر اس کے بعد کوئی اور جواب مجھ پر منکشف ہوا۔ تو اس کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے احسان دکرم کے ساتھ توفیق دینے والا ہے اس کے بعد میں نے اس حدیث کو علامہ بیہقی کی کتاب حیات الانبیاء میں ان الفاظ میں مروی پایا وَقَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ۔ یعنی امام بیہقی نے اس روایت میں لفظ قَدْ حتماً ذکر کر دیا ہے اس پر میں نے خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا اور یہ بات نہایت پختہ اور مستحکم ہوگئی کہ جن روایات میں لفظ قد مذکور نہیں ہوا۔ وہاں قَدْ مَحْذُوْف ہے یا راویوں کے تصرف سے یہ لفظ چھوٹ گیا ہے ان پندرہ جواب میں سے دوسرے جواب میں میں نے اسی توجیہہ کو پسند کیا تھا۔ اور اب تو اس روایت کی وجہ سے توجیہات اور جوابات پر صرف اسی توجیہہ اور جواب کو راجح قرار دیتا ہوں لہٰذا یہی جواب سب سے زیادہ قوی ہے اور اس بنا پر حدیث کی مراد یہ ہے کہ وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور کی روح مبارک کو ہمیشہ کے لئے لوٹا دیا ہے لہٰذا آپ علی الدوام زندہ ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ پر سلام بھیجے تو چونکہ آپ زندہ ہیں اس لئے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس تقدیر پر یہ حدیث ان احادیث کے مطابق ہوگئی۔ بلکہ ان ہی حدیثوں میں سے ایک حدیث قرار پاگئی جو قبر انور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں وارد ہیں اور کسی وجہ سے بھی یہ حدیث ان احادیث کے منافی نہ رہی جو حضور علیہ السلام کی حیات کی مثبت ہیں اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے اس کے لئے منت و احسان ہے۔ بعض حفاظ حدیث نے کہا کہ اگر ہم ایک حدیث کو ساٹھ طریقوں سے نہ لکھیں تو صحیح طور پر ہم اسے سمجھ ہی نہ سکیں۔ کیونکہ مختلف طریق میں ایک دوسرے کی روایت پر کچھ نہ کچھ زیادتی پائی جاتی ہے۔ کبھی متن کے الفاظ میں اور کبھی اسناد میں۔ اس طرح جو امور ناقص طریق سے واضح نہیں ہوجاتے ہیں۔ وہ اس طریق سے واضح ہوں جن میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(فقیر سید احمد سعید شاہ کاظمی)



الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ رسالت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دلِ افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شاہ احمد رضا خان
رحمۃ اللہ علیہ

"اعجاز آرٹ کتابت حیدرآباد"

گوشوارہ جنوری 1988ء تا اکتوبر

اشاعت	نام کتاب	آمد	
١ تا ١٠٠	اشاعت نمبر ١ تا اشاعت نمبر ١٠٠	25	200424
101	جدید طبی مسائل کا شرعی حل	00	13919
102	غیر مقلدین کے فریب	00	3940
103	نئی نئی باتیں	00	3700
104	صورت و سیرت	00	2525
105	پیاری دعائیں	00	1415
106	شریعت و طریقت	00	6031
107	حیات الانبیاء	00	3259

کل آمد میزان 25-235213 تعداد کتب

محترم جناب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
حاضر ہے مولا عزوجل ہم آپ سب کی سعی
دیں آمین ۔ آئندہ زندگی بخیر مشن بر

عبد العزیز

جماعت اہلسنت پا

199 سنہء اشاعت 107

	سن	تعداد	خرچ	
2	جنوری سنہ 1988 تا اکتوبر سنہء 1996	175550	25	200424
	سنہء 1996	1100	00	13319
	مارچ سنہء 1996	1100	00	3940
	جون 1996 سنہء	2100	00	3450
	جولائی 1996 سنہء	3000	00	2775
	جولائی 1996 سنہء	2100	00	1355
	اگست 1996 سنہء	1100	00	4350
	اکتوبر 1996 سنہء	2100	00	5000
		188050	کل اخراجات 25-235213	

گزارش ہے آٹھ سال دس ماہ کا گوشوارہ
حید کو قبول فرمائے اور جزائے خیر
ابر جاری رہے گا۔

فقط خادم

نقشبندی امیر

ستان ضلع حیدرآباد

گوشوارہ جنوری سنہ 1988ء تا اکتوبر سنہ 1996ء اشاعت 107

اشاعت	نام کتاب	آمد		سن	تعداد	خرچ	
۱ تا ۱۰۰	اشاعت نمبر ۱ تا اشاعت نمبر ۱۰۰	200424	25	جنوری سنہ 1988 تا اکتوبر سنہ 1996ء	175550	200424	25
101	جدید طبی مسائل کا شرعی حل	13919	00	سنہ 1996ء	1100	13919	00
102	غیر مقلدین کے فریب	3940	00	مارچ سنہ 1996ء	1100	3940	00
103	نئی نئی باتیں	3700	00	جون سنہ 1996ء	2100	3450	00
104	صورت و سیرت	2525	00	جولائی سنہ 1996ء	3000	2775	00
105	پیاری دعائیں	1415	00	جولائی سنہ 1996ء	2100	1355	00
106	شریعت و طریقت	6031	00	اگست سنہ 1996ء	1100	4350	00
107	حیات الانبیاء	3259	00	اکتوبر سنہ 1996ء	2100	5000	00

کل آمد میزان 235213-25 تعداد کتب 188050 کل اخراجات 235213-25

محترم جناب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ گزارش ہے آٹھ سال دس ماہ کا گوشوارہ حاضر ہے مولا عزوجل ہم آپ سب کی سعی سعید کو قبول فرمائے اور جزائے خیر دیں آمین۔ آئندہ زندگی بخیر مشن برابر جاری رہے گا۔

فقط خادم

عبدالعزیز نقشبندی امیر

جماعت اہلسنت پاکستان ضلع حیدرآباد